© rasailojaraid.com

کہ جس کی تعلیم کی صداقت اور جس کے معلمانہ کردار کی اعجاز آفرینی پر تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ گواہ ہے کہ سرزمینِ حجاز کے صحرائی کلاس روم میں معلمؐ صدق و صفا سے درس لینے والی تہذیب ناآشنا قوم دیکھتے دیکھتے اقوامِ عالم کے لیے نہ صرف راستی، مساوات، عدل، اخوت، احسان اور امن کی رہنما بن گئی بلکہ اس نے تدبر و تفکر کی کنجیوں سے علوم و فنون کے بند خزانوں کے دروازے ساری نوعِ انسانی کے لیے کھول دیئے۔ حق یہ ہے کہ حضورؐ ہی کی تیار کردہ جماعت نے بین الاقوامی دورِ تہذیب کا افتتاح کیا، اور آج کے فاسد علوم اور بے توازن تحریکوں میں جہاں کہیں کسی قابلِ قدر جوہر کا کوئی ذرہ چمکتا دکھائی دیتا ہے، یہ اسی قومِ محمدؐ کے فیضان کی یادگار ہے جو دوسروں کو منزل کا سراغ بتانے کے بعد خود اپنا سُراغ گم کر بیٹھی۔

اصل بحث کا آغاز کرنے سے پہلے میں اپنے اس احساسِ ندامت کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ ہونے کی حیثیت میں ہم نے نبی پاکؐ جیسے عظیم ترین معلّم ایمان و عمل کی پیروی کا حق ادا نہیں کیا۔ ہمارا مقام یہ تھا کہ ہم حضورؐ کو اپنی تمام فکری و عملی سرگرمیوں میں سرچشمۂ ہدایت تسلیم کرتے، اپنے کاروانِ حیات کو ہر پیچ و خمِ تاریخ سے گذارتے ہوئے حضورؐ کا دامنِ قیادت تھامتے، اور سیاست و اقتصاد و تعلیم و دفاع اور دوسرے تمام شعبہ ہائے کار میں حضورؐ کے معلمانہ منصب سے روشنی حاصل کرتے۔ مگر ہماری افسوسناک حرکت یہ ہے کہ ہم اُس ہستی کو جو قائدِ تہذیبِ انسانی تھی، ایک آراستہ و پیراستہ عجائب خانۂ عقیدت میں مسند آرا کر کے اپنے قافلہ ہائے فکر و عمل کو وادی وادی میں گھماتے پھرتے ہیں۔ موجودہ بحران زدہ تہذیب کے بدراہ اور پراگندہ فکر اکابر کے دروازوں پر ہدایت کی بھیک مانگنے کے لیے مرعوبیت کا کشکول اٹھائے صدا لگاتے ہیں۔

تاریخ اور علم کے اُفق پر اُبھرنے والے نت نئے "آفلین" کی عارضی درخشانی کو دیکھ کر جھومتے ہوئے پکار اُٹھتے ہیں کہ یہ رہا ہمارا مقصودِ نظر۔ پھر جب جگنو کی سی چمک دکھا کر آنکھوں کا ایک تارا ڈوب جاتا ہے، تو پھر کسی اور کو تلاش کر کے اُس پر مرمٹتے ہیں۔ ہمیں کبھی اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ حضورؐ کے ہوتے ہوئے ہم کیسی کیسی ٹھگنی اور بھینگی شخصیتوں کی تقلید میں ٹامک ٹوئیے مارتے پھرتے ہیں۔

دوسری تمہیدی بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ دنیا میں، اور دنیا کے کسی بھی معاشرے میں بڑے بڑے بحران اس وقت آتے ہیں جب خود علم تاریکیوں میں گھر جاتا ہے، جب تعلیم بھٹک جاتی ہے جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکتب اپنے مقصود کو گم کر دیتا ہے، اور جب معلم اپنا فریضہ اور پارٹ صحیح طور سے ادا نہیں کرتا علم اور تعلیم کے بھٹکے ہوئے خورشید و مہ کے پرتو میں نہ سیاست صحت مند رہ سکتی ہے، نہ جمہوریت نشو و نما پاتی ہے، نہ اقتصادی عدل قائم ہو سکتا ہے، نہ اخلاقی شعور اتنا زور دار ہوتا ہے کہ جرائم کا راستہ روک سکے، نہ قومی خودی اس حد تک توانا ہو سکتی ہے کہ بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے کے لیے دفاعی، سفارتی اور نشری قوتوں کو صحیح طور سے بروئے عمل لا سکے۔

دورِ غلامی تو الگ رہا، آزادی پانے کے بعد بھی ہم لوگ تعلیم کے بھٹکے ہوئے خورشید کے پرتو میں ۲۴ سال سے جادہ پیمائی کر رہے ہیں۔ اسی کا نتیجہ وہ بحران ہے جو بالکل ابتدا سے آہستہ آہستہ پرورش پا کر اب پوری طرح جوان ہو گیا ہے۔

اور اگر ہم نگاہ کو ذرا سا وسیع کر کے پورے عالمی احوال کو دیکھیں تو اس حقیقت سے انکار کرنا ممکن نہیں کہ علوم و فنون، تنظیمات و ادارات، ذرائع و وسائل اور تفریحات و تعیشات کی تیز رفتار افزائش کے باوجود انسان تہذیبی بحران سے دوچار ہے۔ جنگوں، انقلابات، قومی و طبقاتی تعصبات، طرح طرح کے منافرت انگیز متصادم نظریات اور منحوس قسم کے خونخوارانہ جرائم کے ہجوم میں کھڑا ہوا بے بس انسان دل و دماغ کا سارا سکون گنوا کر ہمدردی کے ایک مخلصانہ بول کے لیے ترس رہا ہے۔

پس آج ملکی اور قومی لحاظ سے بھی، اور عالمی لحاظ سے بھی زندگی کو سنوارنے کے لیے سب سے زیادہ توجہ طلب شعبہ تعلیم کا شعبہ ہے۔ اسی کی درستی پر ہماری اپنی سلامتی کا بھی انحصار ہے، اور اسی کو صحیح اصول و مقاصد کے سانچے میں ڈھال کر ہم نئی نسلوں کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ فسادِ بحر و بر میں مبتلا دنیا کو امن و انصاف کا راستہ دکھا سکیں۔

میرے مقالے کا مقصد یہی ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کی درستی کے لیے حضورؐ خاتم النبیین کی معلمانہ حیثیت کو سامنے رکھ کر کچھ مفید اشارات و نکات اخذ کر سکیں۔

حضورؐ کے معلمانہ کارنامے پر کوئی گفتگو اس وقت تک بے معنی ہو گی جب تک ہم اُس حکمتِ علم اور حکمتِ تعلیم پر نظر نہ ڈال لیں جس کے مطابق حضورؐ نے سارا معلمانہ کام کیا۔

ہماری حکمتِ علم

علم کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور اس کے ذرائع حصول کیا ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِن سوالوں کو چھیڑتے ہوئے جب ہم مغرب کے نظریۂ علم (THEORY OF KNOWLEDGE) کو دیکھتے ہیں تو پھر ہم پیروانِ محمدؐ اور حاملینِ قرآن کی حیثیت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس رائج شدہ باطل نظریۂ علم کی وجہ سے تمام علوم بگڑ کر رہ گئے ہیں۔ ان میں جو تھوڑے بہت سچائی کے اجزا ہیں وہ غلط افکار و تصوّرات کے ساتھ اس بُری طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ ان کے ذریعے زندگی کو پوری طرح خیر و خوبی سے آراستہ کرنا ناممکن ہے، اور جو نظامِ تعلیم محض ان علوم و افکار کو منتقل کرنے کا وسیلہ بن کے رہ گیا ہو، وہ نہ ہمیں مسلمان کے سے ایمان و کردار سے آراستہ کر سکتا ہے، اور نہ انسانیت کو موجودہ بحرانی دَور سے نجات دلا سکتا ہے۔

مغربی نظریۂ علم کے رُو سے حقیقت صرف وہ ہے جسے ہم حواس اور قیاس کے ذریعے پا سکتے ہیں ہمارے حواس اور قیاس کے دائرے سے باہر خواہ کتنے ہی بڑے سے بڑے حقائق موجود ہوں، ہمارے لیے کالعدم ہیں۔ ہم ایک خاص مرحلے میں جو کچھ اور جتنا کچھ جس شکل میں سمجھتے یا جان لیتے ہیں، اس مرحلے میں وہی کچھ حقیقت ہے، بعد میں اگر نئی معلومات پچھلے مسلّمات کو بدل دیتی ہیں تو حقیقت نئی صورت اختیار کر کے سابق صورتوں کو منسوخ کر دیتی ہے۔ اس نظریۂ علم کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ ہمارا سارا سرمایۂ علم، کسی بھی مرحلے میں، ایسے یقینیات سے خالی رہے جن پر ہم انفرادی اخلاق اور اجتماعی تہذیب کی تاسیس کر کے مطمئن ہو سکیں کہ فی الجملہ ہم نے صحیح عمارت اٹھائی ہے، اور اب مزید معلومات و تجربات کی مدد سے اسے بنانے سنوارنے کا کام جاری رکھنا ہے۔ آج کے علمی ظنّیات ایسی ٹھوس بنیادی حقیقتیں فراہم کرنے سے قاصر ہیں جن کو ہم تعمیرِ حیات کے عمل میں قابلِ اعتماد اساسیات قرار دے سکیں۔ آج کے نظریے، آج کی تحریکیں، آج کے سماجی نظام، آج کے معاشرے اُس طرح کے ریت کے گھروندے ہیں جنہیں بچے ساحلِ سمندر کی ریت سے بناتے ہیں، پھر اپنے حاصلِ محنت کو توڑتے ہیں اور بار بار اسی کھیل کو دہراتے ہیں غضب یہ کہ وہ اس کھیل کھیل میں اپنے اپنے گھروندوں کو صحیح اور بہتر اور دوسروں کے ریت کے قلعوں کو غلط اور گھٹیا قرار دے کر آپس میں لڑتے بھی ہیں۔

اس تنقیدی گفتگو کو طول دینے کے بجائے میں اُس حکمتِ علم پر مثبت گذارشات پیش کرتا ہوں جسے حضورؐ نے دنیا کے سامنے رکھا۔

واضح رہے کہ یہاں علم کی وہ ٹکنیکل اقسام زیرِ بحث نہیں ہیں، جن کا مقصد زندگی کی مختلف ضروریات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری کرنے اور سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اسباب و وسائل پیدا کرنا اور ان کو ترقی دینا ہے یہاں مدارِ گفتگو علم کی وہ اقسام ہیں جن کی روشنی میں انسانی رابطوں، رویوں اور تہذیبی اداروں کی غایات طے کی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں نبی پاکؐ نے بہ حیثیت معلّمِ انسانیت ہمارے سامنے اوّلین حقیقت یہ رکھی ہے کہ علمِ کامل صرف خدا کو حاصل ہے[1]۔ وہی کائنات کے اسرار و رموز کا جاننے والا، ظاہر و پنہاں سے آگاہ، اور ماضی اور مستقبل کا خبیر و بصیر ہے۔

انسان کو جو کچھ علم حاصل ہے یا آئندہ ہوگا وہ سب اسی کا عطیہ ہے[2]۔ انسان کو جو محدود ذرائع علم حاصل ہیں وہ اسی کے عطا کردہ ہیں۔ سماعت، بصارت اور تفکّر کی قوتیں اسی نے دی ہیں[3]۔ انسانی علم کے متعلق یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ صدیوں کی حاصل کردہ ترقیوں کے باوجود اور مستقبل کے ہونے والے انکشافات سمیت بہت ہی محدود ہے[4]۔ خدا کے علمِ کامل کو سامنے رکھتے ہوئے جب انسان کو اپنے علمِ قلیل کی محدودیت کا اندازہ ہو جاتے تو لازمی طور پر اس میں ایک تو طلبِ علم پیدا ہوگی، اور دوسرے وہ علمِ کامل کے سرچشمہ سے استفادہ کرنے کے لیے کوشاں ہوگا۔ اور اس سے استفادہ کے وسیلے کو تلاش کرے گا جو صاحبِ علمِ کامل اور اس کے زیرِ تعلیم متعلّم کے درمیان بروئے عقل موجود ہونا چاہیے۔ اپنے علم کی محدودیت کا شعور انسان کو اس جسارتِ بے جا سے بھی روکنے کا ذریعہ ہے کہ وہ اپنی ناقص اور مشکوک معلومات پر نت نئے نظاموں اور تمدنوں کے بے ڈھنگے اور غیر متوازن ڈھانچے کھڑے کرے، ان پر اندھا دھند انسانی قربانیوں اور محنتوں کی بھاری مقداریں صرف کرے، اور پھر وہ یکے بعد دیگرے خوفناک تباہی کے ساتھ ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہیں۔ حضورؐ کی حکمتِ علم انسان کو یہ بتاتی ہے کہ انسانی علم کائنات میں خدائی اور کارفرمائی کا پارٹ ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس علم کی محدودیت گواہ ہے کہ انسان بندگی و نیابت کے

---

[1] ملاحظہ ہوں آیات: اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ (۶۷-۲۶، ۴۶-۲۳)۔ اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۳۵-۳۸)۔ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہْرَکُمْ (۶-۳) وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۲۴-۳۰) وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (۶-۸۰) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ (۲-۲۵۵)

[2] ملاحظہ ہو آیت: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (۹۶-۵) [3] ملاحظہ ہو آیت: وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ (۶۷-۲۳) [4] ملاحظہ ہو آیت: وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۱۷-۸۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقام پر رہ کر کسی بالاتر ہستی کے زیرِ ہدایت کام کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے[5]۔

علمِ قلیل کے مقام پر ہونے کی وجہ سے انسان مجبور ہے کہ وہ نہ صرف حسّی اور قیاسی ذرائع سے کام لے کر اپنے علم میں مسلسل اضافہ کرے، بلکہ حسّی و قیاسی دائرے سے بالاتر کسی دوسرے ذریعۂ علم کا بھی سُراغ لگائے جو تعمیرِ حیات کے لیے چند یقینی اساسیات مہیا کر سکے۔ پس انسان ایک لامتناہی وادیٔ علم کا مسافر ہے جس کے لیے کمر کھولنے کی منزل کہیں نہیں آتی۔ حضورؐ کے ذریعے اضافۂ علم کی دعا جذبۂ طلبِ علم کو متحرک رکھنے کے لیے سکھائی گئی ہے[6]۔

مگر دوسرے نظریوں کے مقابلے میں اسلامی حکمتِ تعلیم یہ چاہتی ہے کہ مسافرِ علم کے سامنے کچھ نشاناتِ راہ ضرور واضح ہوں، اس کے پاس کچھ نہ کچھ زادِ راہ بھی ہو، اور وہ مشعل بھی ساتھ رکھتا ہو جو تاریکیوں میں رستہ دکھا سکے۔ نبی اکرمؐ کی عطا کردہ قرآنی حکمت کے رُو سے تین حقیقتیں ایسی ہیں جن کے صحیح شعور پر انفرادی کردار اور اجتماعی نظام کی صحت کا دار و مدار ہے۔

ان میں سے اوّلین حقیقتِ عظمیٰ (SUPREME REALITY) خدا کی ہستی ہے۔ یہاں میں خدا کی ہستی پر دلائل نہیں دوں گا۔ کہنا یہ ہے کہ اسلامی حکمتِ علم کی بنیاد تصورِ خدا پر ہے۔ اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے حقوق کا شعور ہی انسانی زندگی کی فلاح کا ضامن ہے۔

دوسری بڑی حقیقت خود انسان ہے۔ انسان خدا کی ساری مخلوق میں امتیازی مرتبہ رکھتا ہے[7]۔ اس کا منصب خدا کی عبادت یعنی پرستش و اطاعت ہے[8]۔ وہ اگر صحیح روش پر چلے تو اس کے لیے خلافت و نیابت کا درجہ بلند ہے[9]۔ اسے عقل و علم سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ ساتھ تمیزِ خیر و شر دی گئی ہے[10]۔ بنابریں وہ ذمہ دار اور جوابدہ ہے[11]۔

---

۵ ملاحظہ ہو آیت: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱-۵۶)

۶ ملاحظہ ہو آیت: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ (۲۰-۱۱۴)

۷ ملاحظہ ہوں آیات: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ... (۱۷-۷۰) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵-۴)

۸ 〃 〃 : يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ ... (۲-۲۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱-۵۶)

۹ ملاحظہ ہو آیات: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ ... (۲۴-۵۵)

۱۰ ملاحظہ ہو آیت: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰-۱۰) ۱۱ ملاحظہ ہو آیت: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (۲۳-۱۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسری بڑی حقیقت مادی کائنات ہے جو نامعلوم محرکات کے تحت کسی حادثے کے طور پر نہیں بن گئی، وہ رام لیلا یا کھیل تماشا نہیں ہے۔[12] وہ بے مقصد و بے نتیجہ نہیں ہے۔[13] اس کی ایک غایت ہے۔[14] اس میں نظم و ترتیب ہے۔[15] اس میں ہر چیز اٹل قوانین میں جکڑی ہوئی ہے۔[16] اس میں توازن ہے[17] اور اس میں حسن و زیبائی ہے۔[18] پوری کائنات ایک ہی کل ہے جو ایک ہی قوت کے زیر فرمان چل رہی ہے۔[19] اس کائنات کی تمام مادی اشیاء اور قوتیں جن تک انسان کی دسترس ہو، اس کے لیے "متاع" کی حیثیت رکھتی ہیں[20] اور ان سے وہ بحیثیت نائب الٰہی فائدہ اٹھانے اور ان کو حدود اللہ کے اندر رہ کر استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ کائنات مادی کے موجودات اور ان کی قوتوں سے کام لینے کے لیے ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے، اس علم کو حضورؐ نے علم ابدان قرار دیا ہے یعنی وہ علم جو مجسم موجودات — نامی و غیر نامی — اور ان کی قوتوں اور ان کے استعمالات سے بحث کرتے ہیں۔

ان سہ گانہ حقیقتوں کے درمیان سفر کرنے والے طالب علم کے سامنے حقائق کے دو بڑے دائرے

---

۱۲ ملاحظہ ہوں آیات: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (۲۱-۱۶) لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (۲۱-۱۷)

۱۳ ملاحظہ ہو آیت: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (۳-۱۹۱)

۱۴ ملاحظہ ہو آیت: خلق السموات والارض بالحق (۶۴-۳، ۱۶-۳)

۱۵ ملاحظہ ہو آیت: هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷-۳)

۱۶ ملاحظہ ہو آیت: .... مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ (۱۶-۱۲)

۱۷ ملاحظہ ہو آیت: وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ (۵۵-۷)

۱۸ ملاحظہ ہوں آیات: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا .... (۱۸-۷) اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨ الْكَوَاكِبِ (۳۷-۶) وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۵-۱۶) حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ .... (۱۰-۱۰)

۱۹ ملاحظہ ہوں آیات: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (۲۱-۲۲) نیز قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا (۱۷-۴۲)

۲۰ ملاحظہ ہو آیت: ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۳-۱۴) وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۲-۳۶، ۷-۲۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آتے ہیں۔ ایک ظواہر و محسوسات کا دائرہ، دوسرا اُمورِ غیب[1] کا دائرہ۔ امورِ غیب محسوسات کے پردے کے پیچھے ہیں اور اُن تک براہِ راست رسائی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ہمیں نہیں دیا گیا لیکن ہم امورِ غیب سے بالکل بے نیاز ہو کر بھی نہیں چل سکتے۔ ہر فردِ انسانی چند نمایاں سوالات سے دوچار رہتا ہے کہ آیا کوئی خالق و مالک ہے یا نہیں؟ یہ زندگی ایک وقتی ظہور رہے یا اسے موت کے بعد بھی کسی شکل میں جاری رہنا ہے؟ ہم اپنے اعمال سے جو کچھ جیسے کچھ نتائج فوری طور پہ پا لیتے ہیں۔ بس معاملہ ان ہی پر ختم ہے یا کسی باقاعدہ قانون کے تحت عدل و انصاف کے مطابق ان کے صحیح اور مکمل نتائج ملنے ہیں؟ زندگی کا معاشی اور

---

[1] امورِ غیب کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً:

ایک وہ تمام امور جو ماضی و مستقبل کے دائرے میں پائے جاتے ہیں۔ نیز ایسے دُور رس اور وسیع الاثر قوانین و عوامل جو صدہا تاریخی واقعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ پھر اخلاقی و تمدنی سلسلۂ اسباب و علل کے وہ بے حساب اور ناقابلِ استقصا نتائج جو ہزارہا اشخاص سے ہوتے ہوتے کئی نسلوں تک پھیلتے چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کا دائرہ وسعت عالمگیر ہوتا ہے۔ (واضح رہے کہ الہامی علم و ہدایت میں ایسے حقائق و امور کی بھی نشاندہی کی جاتی ہے)

دوسرے وہ امور جو ایک وقت میں کسی کے لیے غیب ہیں، کسی کے لیے شہود۔ جیسے مری میں بیٹھے ہوتے ہم نہیں جانتے کہ اس لمحے لاہور کی مال روڈ یا کراچی کی بندرگاہ پر کیا ہو رہا ہے اور وہاں کون کون سے اشخاص موجود ہیں۔ یا مثلاً اس وقت کہاں کہاں بارش ہو رہی۔ یا مثلاً ایک آدمی ریلوے ٹائم ٹیبل دیکھ کر یہ جان چکا ہے کہ فلاں نام کی گاڑی کس جگہ کب آنے والی ہے اور اب کس مقام سے گذر رہی ہو گی، لیکن اس بارے میں دوسرے بے شمار لوگ لاعلم ہیں۔ یا مثلاً ایک شخص کسی خاص زبان یا علم و فن کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے بے شمار ایسے امور سے واقف ہوتا ہے جن کو دوسرے نہیں جانتے

تیسرے وہ امور جو ایک زمانے کے لوگوں کے لیے دائرۂ غیب میں ہوتے ہیں اور دوسرے زمانے میں شہود بن جاتے ہیں جیسے ریڈیو، بجلی یا جوہری توانائی کا وجود، یا جیسے چاند کی حقیقت کے بہت سے گوشے جو خلائی جہازوں کے استعمال سے قبل نامعلوم تھے۔ یہ ساری اقسام ممکن الشہود غیب کی تعریف میں آتی ہیں۔

چوتھے وہ امور جنہیں ہم محض اشیاء و حوادث کے علم کی ہزار وسعتوں کے بعد بھی براہِ راست نہیں جان سکتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنسی کامرانیوں سے بلند تر بھی کوئی مقصد ہے؟ اِن سوالات کا جواب طے کیے بغیر زندگی کی سرگرمی حسن و خوبی سے جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ ہر شخص اثباتاً نہیں تو نفیاً، شعوری طور پر نہیں تو نیم شعوری طور پر، باقاعدہ استدلال سے نہیں تو ظن و تخمین سے اِن سوالات کے جوابات طے کرتا ہے اور پھر اس کی زندگی اس کے پسندیدہ جوابات کے مطابق کوئی نہج اختیار کرتی ہے۔

اِن امورِ غیب کے متعلق انبیاء وحی والہام سے حاصل کردہ علم کو ہمارے سامنے رکھ کر کائنات اور تاریخ کے شواہد سے ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ الہامی رہنمائی کو پیش کرنے اور قبول کرنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔ (باقی)

(بقیہ حاشیہ صـ۲۸)

مثلاً خدا کی ہستی، سلسلۂ وحی والہام، حیات بعد الموت وغیرہ۔
اپنی بحث میں اسی معنی میں ہم نے امورِ غیب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

© rasailojaraid.com